سیرۃ طیبہ تاریخ وحکمت کے آئینہ میں

تفہیم وترجمہ
مولانا محمد ادریس سلفی فاضل مدینہ یونیورسٹی مدرس جامعہ سلفیہ

سیرۃ لغت عربی میں طریقہ' سنت اور طبیعت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جمع کیلئے ۃ ختم کر دیتے ہیں جس طرح شجرۃ سے شجر اسی طرح سیرۃ سے سیر۔

مسلم مورخ کی اصطلاح میں اس سے مراد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوۃ طیبہ ولادت تا وفات ہے۔ تاج نبوت سجنے سے پہلے کی پاکیزہ اور امانت وصداقت سے ملقب زندگی اور پھر نبوت کے بعد جب اس کو چار چاند لگ گئے اب ایک محترم ومکرم رسول کی زندگی جو دعوت الی اللہ کے راستہ میں نا قابل برداشت تکالیف برداشت کرے۔ قتال کی اجازت سے پہلے مخالفین سے دلائل و براہین کے ساتھ نبرد آزما' دعوت کی کامیابی کیلئے مخلص جستجو اور جب اذن قتال ہو تو بھی دعوت کی کامیابی کیلئے طاقت کے ساتھ ساتھ حکمت و دانائی سے کام لے اور اصل مقصود ومطلوب صرف اور صرف دعوت الی اللہ یعنی "**لیخرج العباد من عبادۃ العباد الی عبادہ رب الارباب**" انہیں پہلوؤں کا نام "سیرت" ہے۔

بعض اہل سیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تاریخ 'یمن' عرب میں یہود ونصاریٰ کی بودو باش' عرب کے عقائد وادیان عرب میں بت پرستی کی ابتداء اور یہ کہ عمرو بن لحی جو اہل مکہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کب بلقاء کے علاقہ مآب سے بت لاکر مکہ المکرمہ میں نصب کرتا ہے اور یوں آہستہ آہستہ اہل وعرب بت پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ سب ابحاث ذکر کرتے ہیں۔ یہ انداز سیرت سب سے پہلے محمد بن الحق م/۱۵۲ھ نے اپنایا۔ لیکن فاضل مولف نے چونکہ ابتدائی بہت سی معلومات جمع کرنے میں اہل کتاب پر مکمل اعتماد و بھروسہ رکھا تو ان کا یہ فعل اہل تحقیق نے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

قرآن پاک میں لفظ "سیرت" طریقہ' حال' ہیت کے معانی میں استعمال ہوا۔ ارشاد ربانی ہے:

قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی (طہ۔۱۸)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

ای حالھا التی تعرف بھا قبل ذلك (ابن کثیر' ۳/۱۴۵)

یعنی اسے پکڑو ڈرو نہیں ہم اس کو اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔

سیرت نگاروں نے لفظ سیرت کے علاوہ بھی کچھ الفاظ اسی مفہوم میں لئے ہیں مثلاً:

(۱) المغازی: مغزی کی جمع ہے جو غزوہ (جنگ) اور غزوہ کے مقام وجگہ پر بولا جاتا ہے۔ پھر یہ لفظ ایسا عام ہوا کہ اہل غزوہ کی صفات وعادات اور ان کے غزوات پر بولا جانے لگا۔ بعدازاں توسعاً نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی اور خاص طور پر جب قتال کی اجازت مل چکی تھی اس پر اور اس وقت کے قتال وحروب پر بولا جانے لگا۔

مغازی کا لفظ اس لحاظ سے سیرۃ کے عمومی مفہوم میں سے خاص زندگی پر ہی بولا جائے گا کیونکہ سیرۃ کا لفظ مکمل حیوۃ طیبہ پر بولا جاتا ہے۔

(۲) شمائل:۔ شمال کی جمع ہے بمعنی اخلاق و عادات (مختار الصحاح مادہ شمل القاسوی المحیط مادہ الشمال)

یہ کلمہ بھی سیرت کے ایک باب پر بولا جاتا ہے لیکن توسعاً سیرۃ کا مترادف بھی استعمال ہونے لگا ہے شمائل کے نام سے مکتوبات میں حیوۃ طیبہ کے مخصوص و معین جوانب ذکر کرتے ہیں۔ آپ کی عبادات' اخلاق' لباس' عادات' بیع وشراء' عائلی زندگی اور آپ کی اولاد شمائل پر مشہور تصانیف میں امام ترمذیؒ کی کتاب "شمائل الترمذی" اور امام ابن القیمؒ کی کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" المختصر فی الشمائل المحمدیہ۔ محمود سامی کی ہیں آخر الذکر میں مصنف نے شمائل ترمذی کی شرح بیان کی ہے۔

"زاد المعاد" شمائل کے ساتھ ساتھ "فقہ السیرۃ النبویۃ" کی فہرست میں بھی شمار ہوتی ہے۔ بلکہ اس موضوع پر اسے سبقت زمانی حاصل ہے۔

مطالعہ سیرت کس لئے: سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے متعدد فوائد مقاصد ہیں جن سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) چراغ راہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا۔ (الحشر۔۷)

اس مفہوم کی آیات واحادیث کا تقاضا ہے کہ آپ کی مکمل اتباع سے سرفراز ہوا جائے اور یہ آپ کی سیرت وعادات مکرمہ سے کما حقہ مطلع ہونے کے بعد ہی ممکن ہے۔ قرآن پاک اور حدیث شریف کی عموی قرات بلاشبہ فائدہ سے خالی نہیں۔ لیکن اگر قرآن و حدیث کو آپ کی زندگی کا معمول بہ ہونے کے نظریہ سے دیکھا پڑھا جائے تو اس کی تاثیر کئی گنا بڑھ جائے گی۔

مثلاً رحمت عالم بڑے صابر وشاکر تھے لیکن یہ عموی قرات کی بجائے جب آپ کی عملی زندگی میں بصورت واقع سامنے آئے گا تو اس سے اپنا ہی اثر ہوگا اور پھر مصائب و آلام کی آندھیوں میں ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم پائیں گے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طوفانوں کا رخ ہی موڑ دیا اور کیسے کیسے نعمت اسلام اور دین فطرت کو اپنی امت تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے یہ اصول وضوابط اور پھر ان کی تطبیق صورت ایک مومن کے لئے چراغ راہ ثابت ہوگا۔

(۲) سیرۃ مطہرہ ہی اسلامی تعلیمات کی عملی صورت وکیفیت ہے اسے اچھی طرح اتباع کی نیت سے پڑھنا اخلاص عمل کی دعوت دیتا ہے۔

(۳) سیرت نبوی علی صاحبھا التحیۃ والسلام کی شکل میں ہمارے سامنے ایک مثالی بے عیب زندگی موجود ہے جس میں ایک انصاف پسند دوست و دشمن کیلئے کوئی پہلو مثل ہیرا تاریک معیوب نہیں۔ یہی تو وہ کردار ہے جو کردار سازی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لقد کان لکم فی رسول الله اسوہ حسنه لمن کان یرجو الله والیوم الاخر وذکر به الله کثیراً۔ (الاحزاب،۲۱)

کیا یہ اعجاز نہیں کہ معلم، داعی، سیاستدان، ماہر اقتصاد، حاکم، محکوم، باپ، بیٹا، دوست، بچہ بوڑھا اور جوان آپ کو ایک مثالی استاد، مثالی داعی، مثالی سیاستدان، مثالی ماہر اقتصادیات، مثالی امیر ومامور۔۔۔۔ پاتا ہے۔ فطرت سلیمہ رکھنے والے انسان کیلئے یہ معجزہ نما زندگی دنیا و آخرت کی رہنمائی اور خوش بختی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

بقول شاعر:

خدا کو جانا ہے دیکھ کر تجھ کو کہ اس کی شان
جمیل تو ہے۔

میرے نزدیک خدا کی ہستی پر سب سے
بڑی دلیل تو ہے۔

(۴) سیرۃ نبوی علی صاحبھا السلام و الصلوٰۃ کا گہرائی سے مطالعہ آپ کے نبی ورسول ہونے کی واضح دلیل پیش کرتا ہے۔ جسے عنایت ربانی، وحی الہٰی کے ذریعہ علم وہدایت سے نوازا گیا۔

غیر نبی خواہ کتنا ہی عظیم اور فطری استعداد کا حامل ہو اپنی زندگی میں جملہ مناقب جن کی کسی انسان کو کسی بھی مقام پر ضرورت محسوس ہو سکتی ہے جمع کرنا ناممکنات سے ہے اور یہ شرف صرف وحی الہٰی کو ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم انسانیت کے لئے لازوال نمونہ بنا دیا۔ اعلیٰ انسانی اقدار کا کوئی بھی اعلیٰ سے اعلیٰ معیار قائم کر لیں آپ اس میں پورے ہی نہیں بلکہ سرفہرست نظر آتے ہیں اور انسانی اخلاق کے متوالوں کیلئے تا قیامت آپ کی سیرۃ طیبہ رہنمائی کرتی رہے گی۔

(۵) سیرت کی بدولت ایک مسلم کتاب اللہ کا فہم وادراک حاصل کر سکتا ہے کیونکہ سیرۃ طیبہ قرآن عظیم کی ایک عملی صورت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما استفسار پر فرماتی ہیں "**کان خلقه القرآن**"

کتنی ہی آیات مبارکہ ہیں جن کی سیرت کے حوالہ توضیح نہ ہو تو مفہوم مطالب تک رسائی معمہ بن جائے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عبس و تولی ان جاءہ الاعمیٰ وما یدریك لعله یزکی۔ (سورۃ العبس)

قاری خود محسوس کرتا ہے کہ ان آیات کے مفہوم سے واقف ہونے کے لئے عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا مکمل واقعہ جاننے کی ضرورت ہے۔

قرآن وسنت دو ایسے اصول ہیں جن کو ایک دوسرے سے جدا کر کے سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

کتاب اللہ کو رسول اللہ کی رہنمائی و سیرت کے بغیر سمجھنے کی کوشش میں سرگرداں دماغ ایسی ایسی حماقتوں میں پڑے ہیں کہ حماقت بھی انکے سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے ہے۔۔

(۶) امت مسلمہ درحقیقت "دعوت وارشاد" والی امت ہے۔ اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہیں:

قل هذه سبیلی أدعو الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی وسبحان الله وما انا من المشرکین۔ (یوسف۱۰۸)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و

جادلهم بالتي هي احسن ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله و هو اعلم بالمهتدين۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

فواللہ لأن يهدى بك رجلا و احداً خيرلك من ان يكون لك حمر النعم۔ (بخاری)

ان نصوص سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ہر مسلم سے حتی الوسع دعوت الی اللہ کا مطلوب ہے ہمارے لئے قرآن وسنت میں اگر دعوت الی اللہ کی پابندی کا حکم ہے تو سیرت نبوی علی صاحبھا السلام اس دعوت کی عملی کیفیت کا طریقہ واضح کرتی ہے۔ جس پر داعی عمل پیرا ہو کر عہدہ برا ہو سکتا ہے۔

لہٰذا جو شخص بھی ''دعوت الی اللہ'' کی ذمہ داری سے مشرف ہونا چاہتا ہے اسے سیرۃ طیبہ کا گہرائی سے مطالعہ اور رہنمائی کیلئے لحہ بہ لحہ قدم بقدم رہنمائی یہیں سے میسر ہوگی۔

(۷) دعوت وتربیت کے میدان ہی علماء و مشائخ کے جدا جدا اسلوب ہیں لیکن اگر سب سیرۃ طیبہ کا کماحقہ مطالعہ کریں اور آپ کے صحابہ کرام کا طریقہ دعوت وتربیت اپنالیں تو یقین کامل سے یہ بات کہی جاسکتی ہے وہ طریقہ نبوی کو بہ صورت اچھا پائیں گے اور اس طرح متنوع طرق جو ہمیں بوجھل کئے ہوئے ہیں ان سے راحت پالیں گے اور نتیجہ بھی ثمر آور ہوگا۔

(۸) بہت سے ایسے نظریات وخیالات جو بعض لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہیں حالانکہ وہ خیالات غیر مستقیم ہیں اگر سیرۃ مطہر کا دل جوئی سے مطالعہ کیا جائے تو ان غیر درست مفاہیم کی درستگی ممکن ہے مثلاً محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مومن کے لئے واجب ہے بلکہ یوں کہئے جب تک کوئی مومن رحمت للعالمین کو اپنے نفس ومال اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ گردانے ایمان نامکمل ہے۔ محبت رسول کی یہ اہمیت مسلم بات ہے جبکہ یہی محبت کی لوگوں کے ہاں غلط فہمی کی بناپر برائے نام اور زبانی دعوت کا نام بن گئی ہے اور عمل زندگی میں اس کا دور دور وجود نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں سیرت طیبہ سے عملاً مزین ومرقع تھیں اور سیرت پاک کا عکس و پرتو باسانی دیکھا جاسکتا تھا۔

حب رسول (علیہ السلام) کا اصل مدعا ہی اتباع ہے۔ ذہنی خیالات تفکرات دل، ہوائے نفسی اور اعمال سب محسن انسانیت کیلئے۔

خلیفہ ثانی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی حقیقت کا مظاہرہ فرماتے ہیں اور عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا اپنے باپ کے اسلام سے زیادہ اچھا گردانتے ہیں اور وہ صرف اس لئے کہ عباس رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا آپ ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسند تھا۔

ابن ہشام نے اس واقعہ کو نقل کیا کہ رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کیلئے ''مرالظہران'' نامی جگہ پہنچے تو عباس رضی اللہ عنہ اپنے دوست ابوسفیان کو لے کر خیمہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے ہولئے اور دل میں یہ خیال تھا کہ چونکہ ابوسفیان بلا امان ومعاہد ہمارے قبضے میں آچکے ہیں تو کیوں اجازت قتل لے کر پرانے بدلے چکا لوں۔ جبکہ عباس رضی اللہ عنہ اس دوران ابوسفیان کو باحفاظت رکھنا چاہتے تھے۔ تاکہ وہ مسلمان ہو جائے اور دعوت اسلامیہ سے استفادہ کرسکے۔ لیکن جب ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے بار بار حصول پروانہ کی کوشش کی تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''مهلا يا عمر فوالله لو كان من بني عدي (رهط بحر) ما قلت هذا و لكنك عرفت انه من رجال بني عبد مناف (رهط عباس و ابي سفيان) یعنی عمر رک جاؤ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ابوسفیان کا تعلق تیرے خاندان بنوعدی سے ہوتا تو ہرگز ایسی باتیں نہ کرتا۔ لیکن تجھے علم ہے کہ ابو سفیان، عباس کے قبیلہ عبد مناف سے ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

''مهلا يا عباس فوالله لا سلامك يوم اسلمت كان احب الي من اسلام الخطاب لو اسلم، وما لي الا اني قدعرفت ان اسلامك كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (ابن ہشام ۴۰۲/۲)

اے عباس! یوں نہ کہو بلکہ اللہ کی قسم اگر میرا باپ اسلام لاتا اور عباس بھی اسلام لاتا تو مجھے عباس کا اسلام لانا زیادہ پسند تھا اور وہ صرف اس لئے کہ مجھے معلوم تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ کو تیرا اسلام لانا بہت زیادہ محبوب تھا۔

عمر تجھ پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں تو نے قولاً عملاً حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتا دیا۔ کہاں ہم کہ خواہشات نفس کے گھوڑے پر ہر وقت سوار اور کہاں ابن خطاب کہ دل کی سوچیں بھی محبوب کے نام۔

قصہ مختصر سیرت نبویہ سے ہمیں متنوع مقاصد کا حصول ممکن ہے۔ سیرہ ہمارے دلوں میں

اتباع واطاعت کے جذبہ کو تحریک دیتی ہے' سیرت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام ایک عملی دین ہے جس میں مکمل زندگی کا ساتھ دینے کی اہلیت موجود ہے خواہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو سیرۃ طیبہ اسی میں رہنمائی کیلئے ہمارا ہاتھ پکڑے رہنمائی کرتی نظر آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی و حسی محاسن کاملہ آپ کے سچے نبی ہونے کی روشن دلیل ہیں۔ کتاب نبوی کا فہم اس پر مبنی ہے ہمارے اختلافات کا واحد حل اسوۂ رسول ہے اور محبت کے نام پر نفس کی وہ دھوکا دہی جس میں بعض لوگ مبتلا ہیں چشمہ سیرہ نبی کی بدولت تطہیر ممکن ہے۔

سیرت کے سرچشمے

(۱) قرآن پاک سیرہ نبوی کا سب سے قابل اعتماد اور پہلا ذخیرہ قرآن پاک ہے جب ہم قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں تو سیرت کے اہم ترین مبادی یہیں نظر آتے ہیں مثلاً سب سے پہلی وحی سورۃ العلق میں ہے۔ سورۃ الضحیٰ میں وحی کے کچھ عرصہ انقطاع کے بعد دوبارہ نزول کا ذکر ہے۔ اس دوران آپ کی وحی کیلئے بے تابی اور پھر ہم رب العزت کی دلجوئی کا انوکھا انداز سورۃ والضحیٰ میں مرقوم ہے۔ آپ رفیق غار کے ساتھ کیسے کیسے مکہ المکرمہ سے ہجرت کر گئے۔ سورۃ توبہ میں سب تذکرہ موجود ہے۔ سورۃ انفال غزوہ بدر کی مکمل تصویر پر مشتمل ہے اور پھر غزوہ احد اور حمراء الاسد' سورۃ آل عمران' غزوہ بنو نضیر' سورۃ الحشر' غزوہ خندق و بنو قریظہ کا سورہ احزاب میں ذکر ہے۔ بیعت رضوان اور غزوہ حدیبیہ کا تذکرہ سورۃ الفتح میں ہے۔ سورۃ النصر میں جو حجۃ الوداع کے وقت ایام تشریق میں نازل ہوئی۔ آپ کو دار فانی الوداع کہنے کے اشارے موجود ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اکثر سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ سے ذکر فرمایا کرتے۔

قرآن پاک سیرۃ کے متعلقات کا تذکرہ دو انداز میں کرتا ہے۔

(۱) تفصیل و تبیین کے ساتھ مالہ و ماعلیہ کا ذکر مثلاً غزوہ بدر' احد' حدیبیہ' تبوک کا ذکر مفصل موجود ہے۔ کبھی صرف طویل واقعہ سے مقام نصیحت وعبرت پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ توبہ میں غزوہ حنین کے متعلق صرف تین آیات سے اشارہ فرمایا گیا۔

تفصیل یا اختصار کوئی بھی انداز ہو۔ دونوں میں قرآن پاک نے محکم توجیہات جن سے انسانی زندگی کا تعلق ہے رہنمائی فرمائی ہے اور قرآن پاک کے بغیر تکمیل سیرۃ ممکن نہیں۔

(۲) سیرۃ کا دوسرا اہم مقام سنت ہے بلکہ یوں کہئے کہ سنت عموماً دین اسلام کا دوسرا اہم مصدر ہے۔ قرآن پاک کا انداز اختصار اشارات سے تو سنت اکثر تفاصیل پر مبنی ہے۔ جو کچھ قرآن میں اجمالاً ذکر ہوا حدیث اس کی تفصیل و تبیین ہے محدثین کرام کی سنت کے متعلق تعریف دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سیرت بالکل سنت کا حصہ ہی ہے۔ تعریف ملاحظہ فرمائیں۔

هو كل ما أثر عن النبي صلى الله عليه وسلم من قول و فعل و تقرير وصفة خلقيه أو خلقيه كان ذلك قبل البعث او بعدها.

(من منکا نتحاص ۵۳)

اس تعریف کے اعتبار سے سنت سیرۃ کو حاوی و شامل ہے۔ محدثین اسی نظریہ کے تحت اپنی جملہ تصانیف میں سیرۃ نبوی کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''الجہاد والسیر'' سے تذکرہ کیا ہے جبکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب المغازی کے نام سے سیرۃ کا تذکرہ کیا ہے۔

سیرۃ کے کتب کا جدا تصنیف ہونا سنت و سیرت کے جدا جدا ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ صورت ''کتب اگرچہ جدا ہیں مگر موضوع ایک ہی ہے۔ لیکن چونکہ ہر مصنف کا اپنا اپنا ذوق ہے اس لئے کبھی علیحدہ تصانیف میں سیرت لکھی گئی ہیں۔

جب سیرۃ سنت کا ایک حصہ ہے اور قبول حدیث کیلئے محدثین ضوابط ہیں تو سیرۃ کو بھی ایسے ہی قواعد وضوابط کے تحت قبول کرنا چاہئے اور بعض اہل سیر کا وہ تساہل جو تصنیف سیر میں کرتے ہیں نا قابل فہم وقبول ہے بلکہ اس کا میزان سنت و اراہی ہونا قرین قیاس ہے اور وہی احتیاط یہاں بھی لازم ہونی چاہئے۔

(۳) دلائل نبوۃ والشمائل

سیرۃ کا ایک اہم مصدر ومنبع کتب شمائل اور دلائل النبوۃ بھی ہیں۔ مثلاً ''دلائل النبوۃ'' امام ابو نعیم اصفہانی م/۴۳۰ھ' کتاب الشمائل امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۴) سیرت ومغازی

سیرت مطہرہ کا چوتھا اہم سرچشمہ مغازی تاریخ اور سیرت کی کتب ہیں۔ مثلاً سیرت ابن ہشام م/۲۱۳' (مغازی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' محمد بن عمر الواقدی م/۲۰۷) (المغازی امام محمد بن راشد البصری) الطبقات الکبریٰ محمد بن سعد م/ ۲۳۰' اس میں مصنف نے پہلے دو اجزاء سیرت و مغازی اور بقیہ صحابہ و تابعین کے حالات پر لکھے ہیں۔

الدرر فی اختصار المغازی و السیر ۔
حافظ ابن عبدالبر م/۴۶۳ البدایہ والنہایہ امام اسمعیل بن کثیر م/۳۱۰ الکامل فی التاریخ امام علی بن محمد الشیبانی المعروف با بن کثیر م/۶۳۰)

یہ بات گذر چکی ہے کہ جس جگہ بھی سیرت کا ذکر ہے سے سنت کے معیار پر جمع کرنا چاہئے اس لئے کہ سیرت طیبہ سنت کا ہی حصہ ہے اس میں وہ تقین واثبات چاہئے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس طرح ذخیرہ سیرت کم ہو جائے گا اور بہت سا علم اس کے متعلق اوجھل ہو جائے گا۔ تو اللہ رب العزت نے کب حق کی بجائے اکثریت کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ قابل اعتماد و یقین قلیل ذخیرہ مشکوک و کثیر سے بہتر وافضل ہے۔

بقول شاعر:

تعیرنا بانا قلیل عدیدنا
قلت لھا ان الکرام قلیل

حافظ ابن البر نے کفایہ الدرر فی اختصار المغازی والسیر" میں یہی نقطہ پیش نظر رکھا ہے۔ حافظ صاحب مقدمہ الکتاب میں رقمطراز ہیں:

فذکرت مغازیه وسیره علی التقریب والاختصار و الاقتصار علی العیون من ذالك دون الحشو والتخلیط۔ (ص۲۹)

یعنی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی والسیر کی بالاختصار ذکر کیا ہے اور خاص خاص مقامات پر اکتفا کیا ہے اور زوائد وصحیح غیر صحیح خلط ملط کرنے سے اجتناب کیا ہے۔

صحت وسقم کا یہی پیمانہ ہے جس سے سنت کو ناپا گیا اور قابل اعتماد ذخیرہ سامنے آیا یہاں بھی حصول یقین کیلئے یہی انداز قابل تعریف ہے۔

کتب سیرت کی تصنیف

بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ سیرت نبوی تابعین کے زمانہ تک غیر مدون رہی اگر تو اس سے مراد بہت کتب سیرت ہیں تو بات کسی حد تک درست ہے بصورت دیگر سیرت کے بعض واقعات تو خود آپ نے رقم کروا دیئے تھے۔ میثاق مدینہ ہونے کے فوراً بعد لکھوایا گیا۔ صلح حدیبیہ کی متن کے دو نسخے تھے۔ ایک اہل مکہ اور ایک اہل مدینہ کے پاس رہا۔ (اسیرۃ الحلبیہ ۳/۲۵)

اسی طرح وہ خطوط جو آپ ﷺ نے حکمرانوں اور قبائل کی طرف لکھے اس کی واضح دلیل ہیں کہ کتاب وسنت وسیرت آپ کے زمانہ میں جاری وساری تھی۔ رہا آپ کا کتابت حدیث سے منع فرمانا تو وہ خاص وجوہ کی بنا پر خاص اوقات و حالات میں تھا۔ بعد ازاں آپ نے صراحتہ لکھنے کا حکم جاری فرمادیا تھا۔ ہاں عہد تابعین میں جب تدوین کا عام رواج ہوا تو کچھ علماء نے سیرت پر مستقل علیحدہ کتب تصنیف فرمائیں۔ تاریخ سیرت میں ان کوششوں اور محنتوں کا ایک درخشاں نام "مدرسہ المدینہ" کے نام گرامی سے مشہور ہے۔

پیش نظر سیرت مطہرہ کی مکمل تدوین کر کے امت مسلمہ کو بطورہ استفادہ فراہم کرنا تھا۔ اس غرض کے پیش نظر "مدرسہ المدینہ" کا مدینہ منورہ میں وجود وظہور فطری تقاضا تھا کیونکہ اس وقت یہی اسلام کا علمی گہوارہ تھا۔ یہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد موجود تھی جو سیرت رسول کے عینی وسمعی گواہ تھے۔ انہیں سے یہ ذخیرہ تابعین تک منتقل ہوا۔

اس "مدرسہ المدینہ" کے رجال کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پہلے گروہ میں ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کے فرزند ارجمند تھے۔ عبدالملک بن مروان کے عہد میں 7 سال گورنر مدینہ منورہ رہے۔ آپ حدیث وفقہ میں شہرت رکھتے تھے۔ آپ سے مغازی وسیرت اکثر مغیرہ بن عبدالرحمن نے بیان کی ہیں بقول حافظ ابن حجر ثقہ مدنی تقریب ۱/۳۱)

(۲) عروۃ میں زبیر بن زبیر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے سیرت کے بہت بڑے عالم تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں۔ رأیتہ بحرا لا ینزف کان یصوم الدھر ومات صائما۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۲)

(۳) شرجیل بن سعد (م/۱۲۳) امام ابن المدنی حضرت سفیان رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ اہل بدر کے متعلق سب سے زیادہ شرجیل کو ہی علم تھا۔ (میزان ۱/۴۴۲)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تصحیح

ترجمان الحدیث جلد نمبر 36 شمارہ نمبر 4 (اپریل 2003ء) میں شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی صاحب کے مضمون میں صفحہ نمبر 26 پر محترمہ از کیا ہاشمی صاحبہ کی بجائے محترم از کیا ہاشمی صاحب پڑھا جائے۔ ادارہ اس فروگزاشت پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

مجلہ ترجمان الحدیث کی ترویج واشاعت کیلئے اپنی آراء اس ای میل ایڈریس پر روانہ کریں۔
E.mail: tarjuman@hotmail.com